ڈاکٹر طاہرہ سرور
اسسٹنٹ پروفیسر
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

شاکر کنڈان کا ادبی سرمایہ

Abstract:

The association between military persons and literature has always been very strong.Shakir Kandaan is one of the prominent miltary writers who is a famous Literay person of Sargodha.In this article "Shakir Kandaan Ka Adabi Sarmya" a critical analysis of his works in being presented.

سرگودھا کی ایک معروف علمی وادبی شخصیت شاکر کنڈان کی ہے جن کا اصل نام عطا رسول اور قلمی نام شاکر کنڈان ہے۔۲۰ جون ۱۹۵۱ءکو موضع کنڈان تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول،شاہ پور سے حاصل کی۔میٹرک کا امتحان جوہر میموریل ہائی سکول، جوہر آباد سے ۱۹۶۷ء میں پاس کیا۔۱۹۷۱ء میں پاک فوج میں سپاہی کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی۔۱۹۷۹ء میں آمڈ سروسز بورڈ سے ایف اے،۱۹۹۳ء میں بلوچستان یونیورسٹی سے بی اے، ۲۰۰۷ء میں سرگودھا یونیوسٹی سے ایم اے اردو اور ۲۰۱۰ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم فل اردو کیا۔انہوں نے شبانہ روز محنت سے پاک فوج میں اپنی ذمہ داریاں بھرپور اوراحسن طریقے سے نبھائیں اور ساتھ ساتھ تعلیم پر بھی توجہ مرکوز کیے رکھی۔ چنانچہ ۱۹۷۸ء میں پہلا پروفیشنل کورس مکمل کیا اور ۱۹۷۹ء میں انسٹرکٹر سکول آف آرمز میں تعیناتی ہوگئی۔۱۹۸۱ء میں سعودی عرب سے کورس کیا اور اڑھائی سال تک وہیں مقیم رہے۔سعودی عرب سے واپسی پر حوالدار بن گئے۔۱۹۸۸ء میں کمیشن کے لیے اپلائی کر دیا اور ۱۹۸۹ء میں لیفٹیننٹ بن گئے اور ترقی کرتے کرتے کیپٹن کے عہدے تک جا پہنچے اور ۲۰۰۱ء میں اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔[۱]

تصانیف

۱۔ آشوب زیست
۲۔ رفاقتوں کی فصیلیں
۳۔ اردو ادب اور عساکر پاکستان
۴۔ جادہ شوق ومحبت
۵۔ جلتے صحراؤں میں
۶۔ بیرک نامہ
۷۔ ہتھیلی پہ سورج
۸۔ مضباچے
۹۔ سرعکس
۱۰۔ سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں
۱۱۔ نعت گویانِ سرگودھا

۱۲۔ وجدان کی دوسری آنکھ

۱۳۔ ریاضت

آشوبِ زیست

''آشوبِ زیست'' شاکر کنڈان کا پہلا شعری مجموعہ ہے جو ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ درد، لذت، سوز محبت اور تخیل میں آزادی کی روش، شاکر کنڈان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

رفاقتوں کی فصلیں

''رفاقتوں کی فصلیں'' شاکر کنڈان کا دوسرا شعری مجموعہ ہے جو ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ دعائیہ اشعار، نعت، ۳۰ نظموں اور ۵۳ غزلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں شاکر کنڈان نے روائتی محبّ، محبوب اور لب و رخسار سے ہٹ کر جدید موضوعات کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔

اردو ادب اور عساکر پاکستان

''اردو ادب اور عساکر پاکستان'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول کے دو حصے ہیں جن میں شاکر کنڈان نے عسکری شاعروں کا مختصر تعارف اور منتخب کلام پیش کیا ہے۔ پہلے میں ۱۷۸ اور دوسرے میں ۵۶ شخصیات کے نام مع ان کے نمونہ ہائے تحریر اور کلام کے شامل ہیں۔ جن ذرائع، رسائل، کتب، اخبارات وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ان کی تفصیل آخر میں دی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ بڑا تحقیقی کام ہے۔ بقول محمد اشفاق ایاز:

> ''ان معروف اور غیر معروف فوجی شعرا کی اتنی زیادہ تعداد سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ بظاہر پیشہ ورانہ زندگی کی ہمہ وقت مصروفیات میں الجھے، دھول سے اٹے چہرے، جنگ اور حالت جنگ میں زندگی کے دیگر شعبوں اور دلچسپیوں سے بظاہر کٹے ہوئے فوجی کے سینے میں جمالیاتی ذوق سے بھرپور دل بھی ہے جو اپنا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتاب پڑھتے ہوئے صفحہ در صفحہ اور سطر در سطر شگفتگی، تازگی اور فرحت کا احساس ہوتا ہے اور کہیں بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ ہم ایک ''فوجی'' شاعر کو پڑھ رہے ہیں۔''۲

اس کتاب کی دوسری جلد میں شاکر کنڈان نے عسکری نثر نگاروں کے نمائندہ علمی، ادبی، تحقیقی، اسلامی، سیاسی مضامین اور افسانے شامل کیے ہیں۔

جادۂ شوق و محبت

''جادۂ شوق و محبت'' شاکر کنڈان کا حجاز مقدس کا سفر نامہ ہے۔ انہوں نے ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب میں اڑھائی سال گزارے، حج کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے اور عمرے ادا کرنے کے مواقع بھی میسر آئے۔ ان تمام مشاہدات کو انہوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ شاکر کنڈان ''جادۂ شوق و محبت'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جادۂ شوق و محبت'' نام سے ظاہر ہے یعنی شوق اور محبت کا راستہ۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شوق و محبت کا راستہ کس دھرتی کا ہو سکتا ہے۔ میرا اپنا وطن یا پھر میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا وطن۔ اس میں میرے جذبات اور احساسات قلمبند ہوئے ہیں بلکہ میں یہی کہتا رہتا ہوں کہ یہ سفر نامہ میں نے لکھا نہیں، مجھ سے خاص طور پر لکھوایا گیا ہے۔''۳

''جادۂ شوق و محبت'' صرف حج کا سفر نامہ ہی نہیں بلکہ معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ بھی ہے۔ انہوں نے تمام تاریخی مقامات کا ذکر ان کی تاریخی حیثیت کے ساتھ کیا اور خانۂ خدا میں اپنے قیام کا ذکر کعبۃ اللہ کی تاریخ کو حضرت آدمؑ سے شروع کر کے نبی اکرم ﷺ تک بیان کیا اور اس کی تعمیر کی تاریخ جو موجودہ دور تک ہوئی جس میں خانہ کعبہ کی لمبائی چوڑائی اور اس کے اندر تمام مقدس مقامات کی تاریخ و تعمیر شامل ہے، سب کو احاطۂ تحریر میں لا کر قاری کی معلومات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح مصنف نے مسجد نبوی اور اس کی تمام مقدس جگہوں مثلاً صفہ، مقام جبریل، حجرات مقدسہ اور گنبد خضراء کی تفصیل کو ان کی تاریخ سے مربوط کر کے پیش کیا ہے۔ مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جس بستی کو آج ہم مدینہ کے نام سے پہچانتے ہیں، صدیوں پہلے اس خطے کو لوگ یثرب کے نام سے یاد کرتے تھے اور یہ اس کا قدیمی نام تھا۔ چوں کہ اس کا مطلب کلامِ عربی میں فساد ہے، اس لیے حضور ﷺ نے اس مقدس شہر کو اس نام سے پکارنے کی

ممانعت فرمادی اور اسے طیبہ اور طاہر سے بدل دیا، پھر آپ کی نسبت سے لوگ اسے مدینۃ النبی (پیغمبر کا شہر) کہنے لگے۔''۴

حضور ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کا ذکر بڑے خوب صورت انداز میں کرتے ہیں:

''عقل کے تمام دلائل کو راستے سے ہٹاتے ہوئے عشق کی تڑپ نے دل کے ساتھ ساتھ میرے وجود کو بھی کھینچ لیا اور لے جا کر اس مقدس چار دیواری کے سامنے کھڑا کر دیا، جس کے اندر سراجِ چرخِ نبوت، چراغِ بزمِ رسالت، حریمِ خلدِ نکہت، شعاعِ نور کی طلعت، شرحِ آیتِ رحمت، کفیلِ بخشش امت، قسیم نکہت و نزہت، نسیمِ گلشنِ فطرت، امینِ رازِ حقیقت، دلِ حزیں کی راحت، ظہورِ جلوۂ وحدت، بہارِ گلشنِ رحمت، بزمِ دہر کی زینت، جمالِ روئے حقیقت اور شفیع روزِ قیامت، محمد مصطفیٰ ﷺ آرام فرما ہیں۔۔۔ جالیوں کے قریب کھڑے ہو کر درود و سلام بھیجا اور ان الفاظ کے ساتھ ہٹ کر نمازِ تہجد میں مصروف ہو گیا۔''۵

مصنف نے ''جادۂ شوق و محبت'' میں پاکستان اور سعودیہ کے حالات کا آپس میں موازنہ بھی کیا ہے۔ مثلاً سعودی عرب میں نظام صحت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میں نے ایک ہسپتال میں دیکھا کہ ایک ڈرگ سٹور کے سامنے دوائیاں لینے کے لیے کچھ لوگ کھڑے تھے۔ ایک بریگیڈیئر آیا اور قطار میں آ کر اپنے نمبر پر کھڑا ہو گیا۔ اس لمحے مجھے اپنا وطن شدت سے یاد آیا، جہاں ہسپتال تو ہوتے ہیں لیکن قطار میں صرف غرباء ہی دکھائی دیتے ہیں۔ افسران یا امراء اس صف سے بالا ہوتے ہیں۔''۶

''جادۂ شوق و محبت'' میں اردن کے بارڈر کی سیاحت کا مختصر ذکر بھی موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت صالحؑ کے زمانے کی تباہ حال بستیوں کے بارے میں پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے ہم بھی ان بستیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ الغرض شاکر کنڈان کا یہ سفر سیاحتی ہی نہیں بلکہ ہماری عظیم تاریخ میں بھی دور تک ان کے ذہن اور علم کا ایک سفر ہے۔ ''جادۂ شوق و محبت'' ایک ایسا سفرنامہ ہے جس میں مصنف نے نہ صرف اپنے احساسات و جذبات کا ذکر بے حد دلکش انداز میں کیا ہے، بلکہ اسے پڑھ کر معلومات میں بھی بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ سفرنامہ اعلیٰ افادیت کا حامل بن جاتا ہے۔

جلتے صحراؤں میں

''جلتے صحراؤں میں'' اردو ماہیوں پر مشتمل ہے۔ ماہیا ہماری پرانی روایت ہے۔ آج بھی پنجاب کے دیہاتوں میں ماہیے کی گونج سنائی دیتی ہے۔ شاکر کنڈان ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ انہوں نے جو رنگ، اسلوب اور تجربہ اس کتاب میں کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جلتے صحراؤں میں'' میرے اندر کے آدمی کی وہی یادیں ہیں جو بچپن سے جوانی تک کے سفر میں ساتھ ساتھ رہیں۔ آج مجھے علاقائی زبان کے اس بھرپور رنگ کو قومی زبان کے خوب صورت لہجے میں ادا کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس دھرتی، اس وطن، اس وطن کے رہنے والوں، یہاں بولی جانے والی زبانوں اور یہاں کی ہر چیز کو اپنا سمجھیں اور پیار کریں۔''۷

بیرک نامہ

محمد افضل تحسین ایک ایسے شاعر ہیں کہ جن کی زندگی میں ان کا کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا۔ ''بیرک نامہ'' افضل تحسین کی طنزیہ، مزاحیہ شاعری کا ایک دل کش اور دل آویز مجموعہ ہے جسے شاکر کنڈان نے مرتب کیا ہے۔

محمد افضل تحسین نے پاک فوج سے صوبیدار کے رینک سے ریٹائر ہونے کے بعد آرمی پریس میں ملازمت اختیار کر لی جو چار سال تک جاری رہی۔ ۱۹۷۴ء میں ہفت روزہ ''ہلال'' میں بحیثیت فیچر رائٹر عملہ ادارت میں شامل ہو گئے۔ ''ہلال'' سے وابستگی کے دوران انہوں نے بہت کچھ لکھا۔ ''ہلال'' سے ریٹائرمنٹ کے بعد نیول ہیڈ کوارٹرز کے ماہنامہ نیوی نیوز کی ادارت سنبھال لی لیکن بیماری کے باعث زندگی نے زیادہ عرصہ تک ساتھ نہ دیا اور ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ محمد افضل تحسینؔ کی شاعری مختلف اوقات میں ''ہلال'' کے شماروں میں شائع ہوتی رہی۔ شاکر کنڈان نے بڑی محنت سے ان کے کلام کو تلاش کر کے کتابی صورت میں پیش کر کے، اردو شاعری کے ایک بڑے شاعر کے کلام کو لوگوں کے سامنے لانے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ بقول یوسف عالمگیرین:

''بیرک نامہ'' میں شامل ہر شعر اور نظم اپنی مثال آپ ہے۔ شاکر کنڈان نے محمد افضل تحسین کی اِن بکھری ہوئی پتیوں کو یکجا کر کے

ایک ایسے گلاب کی شکل دے دی ہے جس کی خوشبو ایک عرصہ عسکری ادب کو معطر رکھے گی۔''۸

ہتھیلی پہ سورج

''ہتھیلی پہ سورج'' شاکر کنڈان کا تیسرا شعری مجموعہ ہے جو ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں کل ۵۹ غزلیں اور ۲۹ متفرق اشعار شامل ہیں۔شاکر کنڈان کی غزلوں میں ایک نئی سوچ اور نئی جہت جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔حب الوطنی، ناسٹلجیا، انسانیت سے محبت، معاشرے کے الم ناک پہلو اور فلسفہ کے حامل اشعار ''ہتھیلی پہ سورج'' میں بکثرت ملتے ہیں۔اس مجموعے میں شامل تمام غزلیات ذاتی کرب کے اظہار سے لے کر حالات کے ادراک اور اس کے فن کارانہ اظہار پر مبنی ہیں۔

مضاباچے

''مضاباچے'' ان مضامین اور دیباچوں پر مبنی ایک ایسی کتاب ہے جو شاکر کنڈان نے اپنی ادبی زندگی میں مختلف کتابوں پر لکھے۔اس کتاب کے شروع میں شاکر کنڈان ''بسم اللہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''میں نے اپنے ادبی کیریئر میں بہت سی کتابوں کے دیباچے اور بہت سی کتابوں پر مضامین لکھے۔ابتداً تو انہیں سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کا کبھی خیال نہ آیا لیکن کچھ عرصے سے میں ان مضامین کو اپنے پاس محفوظ رکھ رہا ہوں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کئی کتب جن میں میرے مضامین شامل تھے احباب کی نذر ہو گئیں تو مجھے ریکارڈ کے ضائع ہونے کا احساس ہوا۔''۹

پہلا مضمون سیرتِ رسول ﷺ پر ہے جو ساقی گجراتی کے پنجابی نعتیہ مجموعے ''خیر البشرؐ دیاں گلاں'' کی گجرات میں تقریب رونمائی کے موقع پر اکتوبر ۱۹۹۶ء میں پڑھا گیا۔دوسرا مضمون مسعود ہاشمی کے نعتیہ مجموعے ''تذکارِ نور'' کا دیباچہ ہے جو شاکر کنڈان نے ۲۰۰۸ء میں لکھا تھا۔تیسرا مضمون ''ماہیے کی بلند بختی'' محمد یعقوب فردوسی کے نعتیہ مجموعے ''مدینہ مدینہ پیارا مدینہ'' کا پیش لفظ ہے۔چوتھا مضمون ''سپر مین ان دی ورلڈ'' ہے جو محمد مختار شاہ کی کتاب کا دیباچہ ہے۔پانچواں مضمون ''روایات کا صوفی شاعر'' ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کی کتاب ''احوال و کلام مولوی نور الدین نور'' کا دیباچہ ہے۔چھٹا مضمون ''لفظوں کا جادوگر'' افضل گوہر راؤ کے شعری مجموعے ''اچانک'' کا دیباچہ ہے۔ساتواں مضمون ''ایک خوب صورت تحقیق''، محمد منیر احمد سلیچ کی کتاب ''خفتگانِ خاک گجرات'' کی تقریب رونمائی پر پڑھا گیا۔آٹھواں مضمون ''آکسیجن لیتی علامتوں کا شاعر''، خاقان خاور کی کتاب ''خزاں کا چراغ'' کی تقریب رونمائی کے لیے لکھا گیا۔ایک مضمون ''بارشوں کے موسم میں ایک تجزیہ'' ثریا شہاب کے ناول ''بارشوں کے موسم میں'' کی تقریب رونمائی میں پڑھا گیا۔زہیر کنجاہی کے شعری مجموعے ''مضرابِ فکر'' کا پیش لفظ شاکر کنڈان نے ''کنجاہ کا گلِ سر سبز'' کے نام سے تحریر کیا جو شامل کتاب ہے۔مضمون ''احساسات کی صلیب پر'' محمد اعظم احساس کے شعری مجموعے ''احساسات کی صلیب پر'' کا دیباچہ ہے۔مضمون ''ہڑپا مار لکھاری'' پروفیسر انعام راشد کی کتاب ''پہلی چھلانگ'' کی تقریب رونمائی میں پڑھا گیا۔یہ کتاب فکاہیہ مضامین پر مشتمل ہے۔''بے چینی یا محرومی''، سہیل رضا قزلباش کے افسانوی مجموعے ''بے چینی'' کا دیباچہ ہے۔مضمون ''روایات کا پاس دار'' جاوید اکرم تبسم کے شعری مجموعے ''گلہائے تبسم'' کا دیباچہ ہے۔مضمون ''رانجھا سب کا سانجھا'' محمد بشیر رنجھا کی کتاب ''سر شاخ'' کا دیباچہ ہے۔''مضاباچے'' کا آخری مضمون ''اپنی تلاش کا مسافر'' پروفیسر کلیم احسان بٹ کے شعری مجموعے ''موسم گل حیران کھڑا ہے'' کے لیے لکھا گیا۔

''مضاباچے'' میں چوبیس مضامین اور دیباچے شامل ہیں جو اپنے اندر معلومات کا ایک گراں قدر خزانہ لیے ہوئے ہیں۔ان مضامین میں قاری کے ادبی ذوق کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور مختلف موضوعات کی کتب جن میں سیرت، شاعری، ناول، افسانہ کی اصناف اور تنقیدی و تحقیقی مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ایسے مضامین زیادہ تر تعریفی ہوا کرتے ہیں لیکن شاکر کنڈان نے کوشش کی ہے کہ تنقیدی اصولوں کو مدنظر رکھا جائے۔علاوہ ازیں مصنف کی کوشش رہی ہے کہ مضامین یکسانیت کا شکار نہ ہونے پائیں۔بقول خالد مصطفیٰ:

> ''کتاب کو پڑھ کر ایک اچھا تاثر ملتا ہے اور قاری افسانہ، ناول، شاعری، تحقیق اور فکاہی ادب کے متعلق بہت سا مواد اس کتاب سے حاصل کر سکتا ہے۔یہ کتاب ادب کے قاری کے لیے ایک سود مند نسخہ ہے۔''۱۰

سرِ عکس

زیر نظر کتاب میں شاکر کنڈان نے ۲۰۰۲ء۔۲۰۰۳ء کے دوران سرگودھا رائٹرز کلب کی پندرہ روزہ ادبی نشستوں اور آرٹس کونسل میں منعقدہ مشاعروں میں شریک شعرا کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے جو ان تقاریب میں عرصہ دو سال کے دوران شریک ہوئے۔ان تقاریب میں نہ صرف مقامی شعرا نے شرکت کی بلکہ پاکستان کے دیگر شہروں مثلاً ساہیوال، خوشاب، راولپنڈی، چکوال، نارووال، جھنگ، اٹک، فیصل آباد، لاہور، میر پور خاص، ڈیرہ اسماعیل خان، اسلام آباد، خانیوال، کوئٹہ اور ملتان کینٹ کے شعراء نے اپنے

کلام سے لوگوں کو مستفید کیا۔ ان نشستوں کی افادیت کے بارے میں شاکر کنڈان لکھتے ہیں:

''سرگودھا کے شعرا کو اپنے خیالات دوسرے شہروں میں رہنے والے شعراء تک پہنچانے اور ان کے فکر و خیال سے خود کو مستفید ہو کر ادبی محاسن پر غور کرنے کا موقع ملا۔''[۱۱]

شاکر کنڈان نے اس کتاب کو ڈائریکٹری کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ اس میں تمام شاعروں کے اِسمِ گرامی حروف تہجی کے اعتبار سے درج کر کے ایک ایک غزل منتخب کر کے شائع کی ہے۔ ہر غزل کے نیچے شاعر کا پتہ ٹیلی فون نمبر درج کیا گیا ہے تا کہ رابطے میں سہولت ہو۔ اس کتاب میں اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں غزلیات موجود ہیں مجموعی طور پر یہ انتخاب قابل مطالعہ اور لائق تحسین ہے۔

سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں

''سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں'' شاکر کنڈان کا پنجابی سفر نامہ ہے جو ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں مصنف نے نوشہرہ، مردان، جمال گڑھی، سخاکوٹ کے علاقوں، وہاں کے لوگوں، موسموں، فصلوں اور لوگوں کی مہمان نوازیوں کا تذکرہ خوب صورتی سے کیا ہے۔ ایک طرح سے شاکر کنڈان نے اس کتاب کے ذریعے پاکستان کے ان علاقوں کی قدیم تاریخ بیان کرنے کی سعی ہے اور جو کچھ انہوں نے قاری تک پہنچانا چاہا ہے اس میں وہ پوری طرح کامیاب بھی رہے ہیں۔ ''سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں'' پنجابی کے نثری ادب خاص طور پر سفرناموں میں اہم اضافہ ہے۔

نعت گویان سرگودھا

رحمت اللعالمین ﷺ سے عشق و عقیدت کا جذبہ منظوم ہو کر نعت کی صورت میں ابھرتا ہے۔ نعت وہ کلام ہے جس میں حضور ﷺ اور باطنی صفات اور حضور ﷺ کی ذات سے محبت کا اظہار ہوتا ہے ''نعت گویان سرگودھا'' میں تین سو اکاون شعرا کا تذکرہ مع نمونہ کلام دیا گیا ہے اور ان سبھی شعرا کا تعلق سرزمین سرگودھا سے ہے۔ شاکر کنڈان نے نہ صرف عشق رسول ﷺ میں کہی گئی نعتوں کو مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی ہے بلکہ نعت کے لغوی معنی اور اس کی روایت کے حوالے سے بھی تفصیلاً آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

''نعت گویان سرگودھا'' تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ''جو عہد ہوئے'' کے عنوان سے سرگودھا کی ایسی شخصیات کا ذکر اور ان کی کہی ہوئی نعتیں شامل ہیں جو آج حیات نہیں۔ دوسرے حصے کا عنوان ''رونق بزم'' ہے۔ اس حصے میں ایسی شخصیات کا تذکرہ اور ان کی نعتیہ تخلیقات شامل ہیں جو اس وقت حیات ہیں یا کتاب مرتب کرتے وقت زندہ تھے۔ تیسرے حصے کا عنوان ''کچھ خواب سے چہرے'' ہے۔ یہ دراصل ضمیمہ ہے۔ اس میں ایسے نعت کہنے والے صاحبان کا ذکر اور ان کی کہی ہوئی نعتیں شامل ہیں جو سرگودھا کے مستقل رہائشی نہیں تھے یا نہیں ہیں مگر ان کا کسی نہ کسی حوالے سے سرگودھا سے تعلق ضرور رہا۔

شاکر کنڈان نے شاعروں کی تاریخ ولادت کے اعتبار سے یہ تذکرہ مرتب کیا ہے۔ حصہ اول میں قدیم ترین نعت گو کے طور پر حضرت شاہ ابوالمعالی غربتی کا تذکرہ درج کیا گیا ہے جنھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ سولھویں صدی عیسوی میں گزارا تھا اور وہ خطۂ سرگودھا کی معروف مردم خیز بستی بھیرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ابوالمعالی کے بعد سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے چار اہل ادب حافظ برخوردار رانجھا، سلطان باہوؒ، میاں نزات نجابت اور میاں لال محمد دائمؔ کا ذکر خیر ہے جنھوں نے شاہ ابوالمعالی کے برعکس فارسی کے بجائے پنجابی کو ذریعہ اظہار بنایا تھا۔ انیسویں صدی کے صرف ایک نعت گو بزرگ کے احوال اور نمونہ کلام درج کیا گیا ہے۔ باقی نعت گویاں کا تعلق بیسویں صدی ہے۔

''نعت گویان سرگودھا'' میں کسی شاعر کے شامل کرنے کے لیے شاکر کنڈان نے معیار یہ تجویز کیا کہ وہ خطۂ سرگودھا میں پیدا ہوا یا باہر سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گیا اور اس خطے کو اس نے اپنا وطن بنا لیا ہو۔ بحیثیت مجموعی ''نعت گویان سرگودھا'' شاکر کنڈان کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ بقول اخلاق عاطف:

''کوئی بھی تحقیقی کام حرفِ آخر نہیں ہوا کرتا ''خوب سے خوب تر'' کی گنجائش تو موجود رہتی ہے۔ کوشش میں حد درجہ اخلاص کے باوصف کسی بھی تحقیق کار سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جایا کرتی ہے، ممکن ہے زیر نظر کاوش میں بھی ایسا احتمال موجود ہو لیکن موضوع کی حساسیت اور سولھویں صدی عیسوی سے حال تک کی تحقیقی سرگرانی کے ساتھ ساتھ مرتب کے محدود وسائل کو پیش نظر رکھ کر ''نعت گویانِ سرگودھا'' کی ضخامت اور مندرجات دیکھے جائیں تو حق ہے کہ شاکر کنڈان کی محنت عزم اور جذبۂ عشق رسول کی تحسین کی جائے۔''[۱۲]

وجدان کی دوسری آنکھ

مختلف نثر پاروں پر مشتمل ''وجدان کی دوسری آنکھ'' شاکر کنڈان کی کتاب ''وجدان کی آنکھ'' کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن ۲۰۰۴ء میں جب کہ دوسرا ایڈیشن، کتاب کے نام میں ایک لفظ کے اضافے کے ساتھ ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے بارے میں شاکر کنڈان لکھتے ہیں:

''جو سوچتا ہوں اور بات من کو لگتی ہے اُسے کاغذ پر منتقل کر دیتا ہوں یہ سلسلہ آج سے مدتوں پہلے شروع ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے جب پہلا قول نقل کیا تھا تو وہ میرے لڑکپن کا دور تھا۔ پھر یہ کاغذات کے ٹکڑے جن پر ایسی باتیں رقم ہوتیں میرے ذخیرہ کاغذات میں شامل ہوتے رہے اور گم ہوتے رہے۔ ایک دن کاغذات کے ذخیرے میں سے کوئی تحریر تلاش کر رہا تھا تو یہ اوراق بھی سامنے آئے۔ میں نے ان کو یکجا کیا تو یہ بہت سے کاغذات تھے پھر کچھ نوک پلک سنواری اور انہیں علیحدہ تحریر کیا۔'' ۱۳

شاکر کنڈان نے انسانوں کا مطالعہ بھی کیا ہے اور اپنے باطن میں جھانکنے کی سعی بھی کی ہے۔ کتاب میں شامل جواہر پارے، ان کے گہرے مشاہدے اور زندگی کے تجربات کا حاصل ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

''ہما کا سایہ نہیں کہ وہ تمہارے سر پر آ کر چھتری تان دے اور زر و جواہرات کی بارش شروع ہو جائے۔ یہ دراصل تمہارے اندر کا وہ پرندہ ہے جو تلاش کے لیے اکساتا ہے اور ''ہمتِ مرداں مددِ خدا'' کے مصداق وہ وقت کبھی نہ کبھی آ ہی جاتا ہے کہ انساں اپنے مقدر کا سکندر بن جاتا ہے۔ ہما کی تلاش میں آسمان کی سمت نہ دیکھو اپنے اندر جھانکو اور تلاش کرو۔ ۱۴

''پہاڑ کو ہم اپنی جگہ سے ہٹا تو نہیں سکتے لیکن اگر مسلسل کھدائی کا عمل جاری رہے تو اس کی اونچائی کو کم ہی نہیں بلکہ ختم بھی کر سکتے ہیں۔ آج کتنے ایسے پہاڑ ہیں جو اپنی جگہ پر نہیں اور وقت اور انسان کے ہاتھوں ختم ہو چکے ہیں۔'' ۱۵

''جب کہیں وقت پر پہنچنا ہو اور سفر بھی طویل ہو تو جلدی نکل پڑو تا کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے تو اسے Cover کرنے کے لیے آپ کے پاس وقت ہو۔'' ۱۶

''سورج مشرق سے مغرب کے طرف سفر کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مشرق، مغرب کو روشنی دیتا ہے لیکن اس کے بدلے مغرب سے تاریکی حاصل کرتا ہے۔ میرے دوست! اپنے ماضی اور حال پر نظر کر۔۔۔ دیکھ کہ ہم نے اپنی روشنی مغرب کو دی اور اس کے بدلے تاریکی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ یہ کتنا گھاٹے کا سودا ہے۔'' ۱۷

''عمل زندگی ہے اور عمل کا جذبہ ہی آزادی دینے دلانے اور رہنے کے قابل بناتا ہے۔ مشین اگر کچھ عرصے کے لیے بند کر دی جائے تو اس کا کل پرزے جام ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جسم اور ذہن کے مشین کو حرکت میں رہنا چاہیے تا کہ جام ہو کر ختم نہ ہو جائے۔'' ۱۸

کسی بھی ناخوشگوار واقعہ پر دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا خبر کہ وہ کسی بہتری کی طرف پیش رفت ہو۔ دیکھیں! اگر حضرت یوسفؑ کو آپ کے بھائی کنویں میں نہ پھینکتے اور پھر غلام بنا کر نہ بیچتے تو شاید آپ بھی عزیزِ مصر نہ بن سکتے۔ ۱۹

زیرِ نظر کتاب درحقیقت شاکر کنڈان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہے جس میں انہوں نے حکمت و دانش کی باتیں تحریری صورت میں دوسروں تک پہنچائی ہیں۔ کتاب کے ''پیش لفظ'' میں عبدالرسول لکھتے ہیں:

''جناب شاکر کنڈان بڑے دھیمے اور مؤثر انداز میں اپنی بات کہتے ہیں۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ بات ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ وہ دنیا کے بے ثباتی انعاماتِ خداوندی، عمل پیہم، ضمیر کی آواز، مشرق و مغرب کے تقابل، تعمیرِ نو کا عزم، تحرک، جہدِ مسلسل، حسنِ سیرت، کم گوئی، قول و فعل کے تضاد، خود احتسابی جیسے موضوعات پر خوبصورت انداز میں بات کرتے ہیں لیکن ان تمام باتوں میں نمایاں ترین خصوصیت ان کی اسلام اور پاکستان سے محبت ہے۔ اس محبت کی خوشبو ان ادب پاروں میں ہر جگہ رچی بسی ہے۔ '' ۲۰

شاکر کنڈان کے ہاں تاثرات اور حسی ادراک کا اظہار وجدانی ہیئت میں عروج کمال کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے نزدیک سفر کی دشواریاں انسان میں صبر و تحمل، بردباری اور برداشت کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبوں سے آشنائی اور روحانی ارتقاء کا باعث ہیں۔ شاکر کنڈان بلاشبہ انسانی مزاج کے ماہر نباض ہیں۔ انہوں نے کہانیاں نہیں بلکہ

مختلف امورِ زندگی کے بارے میں مختصر عبارتوں پر مشتمل حکیمانہ انداز میں نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت کا سامان کیا ہے۔ سادہ الفاظ میں انہوں نے ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہوئے مختصر جملوں میں معانی کے وسیع سمندر بند کر دیا ہے۔ ''وجدان کی دوسری آنکھ'' زبان و بیان کے اعتبار سے بھی اردو زبان کی شاہکار کتاب ہے۔ حسنِ ترتیب، فقروں کی سادگی، لفظوں کی تاثیر اور تمثیلات کا سادہ عام فہم استعمال ایسی خوبیاں ہیں جو کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اپنے مندرجات کی جامعیت اور اسلوب تحریر کی دلکشی کے باعث یہ کتاب شاکر کنڈان کے علمی سرمایہ میں نمایاں حیثیت کی حامل رہے گی۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> ''شاکر کنڈان کی دانش ان کے خاص زاویۂ نگاہ کا ثمر ہے آپ ان کی بعض باتوں سے اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر ان کی نظر کی گہرائی، خلوص، اسلامی اقدار سے ان کے لگاؤ، پاکستان کی سرزمین سے ان کی والہانہ محبت نیز ان کی انسان دوستی سے انکار نہیں کر سکتے انہوں نے یہ سب کچھ اپنے من میں ڈوب کر لکھا ہے اور ایک ہی نشست میں نہیں لکھا یوں لگتا ہے کہ دانش ان پر اوس کی بوندوں کی طرح گرتی رہی ہے اور وہ اسے اپنی اوک میں وصول کرتے رہے ہیں۔ یہ کتاب اخلاقیات کے حوالے سے بھی قابل ذکر ہے اور نئی پود کو مستقیم راستے پر چلنے کی دعوت دیتی ہے۔ ایسی کتاب ابتدائی جماعتوں کے نصاب میں شامل ہونی چاہیے۔''[۲۱]

ریاضت

''ریاضت'' شاکر کنڈان کا شعری مجموعہ ہے جو غزلوں پر مشتمل ہے یہ مجموعہ شروع سے آخر تک شعری محاسن کا ایک مرقع ہے اور پڑھنے سے متعلق ہے۔ شاکر کی غزل جدید اور قدیم کی آمیزش کا عکسِ جمیل ہے اور اس میں صفائی، لطف بیان اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ بقول جاوید اقبال قزلباش:

> ''شاکر کنڈان کی کتاب ریاضت ان کی کلامی ریاضت کا ثمر ہے اور زندگی کے حقائق کی عکاسی بھی۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی کو دشت بلائے نینوا اور بے اصولوں ظلم گروں اور ستم شعاروں کی یزیدانِ عصر سمجھتے ہوئے ان سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ اس لیے تو اپنی کتاب کا انتساب یوں لکھتے ہیں: ''حکومتِ وقت کی بے حسی کے نام جس نے بے ضمیری کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے اور اس شخص کی روح کے نام جو اسلام کے لیے تن تنہا اپنوں اور غیروں سے لڑتا رہا'' جو شخص تن تنہا لڑتا رہا وہی تو ہے جو ریاضت کا خالق ہے اور جو اس جنگ کو ریاضت کا عنوان دیتا ہے۔ اس لیے صاحبانِ اختیار و اقتدار کو یوں نشانہ بناتے ہیں کہ
>
> اختیارات بھی سفاک بنا دیتے ہیں
>
> آدمیت کو ہوسناک بنا دیتے ہیں [۲۲]

بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاکر کنڈان نے ادب کی متنوع جہات میں اپنے قلم کا جوہر دکھایا ہے اور ان کی شاعری اور نثر اردو ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ راقمہ کا شاکر کنڈان سے انٹرویو بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۱ء

۲۔ محمد اشفاق ایاز، ماہنامہ ناوک، جلال پور جٹاں: جنوری فروری ۱۹۹۷ء، ص:۱۵

۳۔ ملک شاہ سوار علی ناصر، کچھ بھی نہ کہا (شاکر کنڈان سے گفتگو)، خوشاب: کرناں پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۴۶

۴۔ شاکر کنڈان، جادہ شوق ومحبت، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب، ۱۹۹۹ء، ص:۲۴۵

۵۔ ایضاً، ص:۲۵۲۔۲۵۳

۶۔ ایضاً، ص:۴۵

۷۔ ایضاً، جلتے صحراؤں میں، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب، ۲۰۰۱ء، ص:۹

۸۔ یوسف عالمگیرین، مضمون 'بیرک نامہ عسکری شاعری کا بہترین نمونہ'، مشمولہ ماہنامہ ہلال، راولپنڈی: شمارہ ۱۳، جلد ۳۹، ۱۰ نومبر ۲۰۰۲ء

۹۔ شاکر کنڈان، 'بسم اللہ'، مضباحے، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب، ۲۰۰۳ء

۱۰۔ خالد مصطفیٰ، ماہنامہ، ق، ڈیرہ اسماعیل خان: اپریل، ۲۰۰۳ء،

۱۱۔

۱۱۔ شاکرکنڈان (مرتبہ)، سرعکس، سرگودھا: سرگودھا رائٹرز کلب آرٹس کونل، دسمبر۲۰۰۳ء، ص:۲

۱۲۔ اخلاق عاطف، نعت گوہان سرگودھا از شاکرکنڈان (مرتبہ)، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب، ۲۰۰۶ء، ص:۶۸۔۷

۱۳۔ شاکرکنڈان، وجدان کی دوسری آنکھ، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب، ۲۰۰۷ء، ص:۱۴

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۱

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۳

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۸

۱۷۔ ایضاً، ص:۲۹

۱۸۔ ایضاً، ص:۵۴

۱۹۔ ایضاً، ص:۷۲

۲۰۔ عبدالرسول، 'پیش لفظ'، وجدان کی دوسری آنکھ

۲۱۔ ڈاکٹر وزیر آغا، فلیپ، وجدان کی دوسری آنکھ، از شاعر کنڈان

۲۲۔ جاوید اقبال قزلباش، سہ ماہی پیغام آشنا، اسلام آباد: ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران، شمارہ ۴۷ (خزاں) اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء